علّامہ اقبال۔ایک عظیم عارفِ قرآن

—— نعیم احمد خان، متعلّم سال چہارم، قرآن کالج لاہور ——

قرآن مجید شعراء کو قول و فعل کے مبنی بر تضاد رجحان کے باعث غیر مستحسن قرار دیتا ہے اور استثناء کے طور پر ﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّانۡتَصَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا.....﴾ کا ذکر کرتا ہے۔ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال یقیناً اسی زمرے میں آتے ہیں۔ یہ ان کا صرف زبانی دعویٰ ہی نہیں کہ ؎

گر دلم آئینۂ بے جوہر است　　　در بحرفم غیرِ قرآں مضمر است
پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن　　　ایں خیاباں را ز خارم پاک کن
روزِ محشر خوار و رسوا کُن مرا!
بے نصیب از بوسۂ پا کُن مرا!

بلکہ ہم اقبال کے اکثر و بیشتر کلام کو اسی حقیقت کا عملی نمونہ پاتے ہیں اور اس حقیقت کا اعتراف ان کے عقیدت مند بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں : ''وہ جو کچھ سوچتا تھا قرآن کے دماغ سے سوچتا تھا' جو کچھ دیکھتا تھا قرآن کی نظر سے دیکھتا تھا۔ حقیقت اور قرآن اس کے نزدیک شے واحد تھے۔'' خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں : ''وہ قرآن کا شاعر اور شاعر کا قرآن ہے''۔ ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں : ''یقیناً علامہ اقبال مرحوم دورِ حاضر کے 'ترجمان القرآن' قرار دیئے جانے کے مستحق ہیں۔''

علامہ اقبال نے قرآن مجید کی محض ترجمانی ہی نہیں کی بلکہ انہیں قرآن مجید کے حقائق و معارف پر بھی بخوبی دسترس حاصل تھی۔ ان کے کلام' خطبات اور مکاتیب کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ ایک عظیم عارفِ قرآن تھے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے فکر کی تمام تر بلندی تعلیمات قرآنی ہی کی مرہونِ منّت ہے' جس کا وہ خود بھی اعتراف کرتے ہیں ؎

فکرِ من گردوں مسیر از فیضِ اُوست
جوئے ساحل نا پذیر از فیضِ اوست

اور

گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام
شرحِ رمزِ صبغتہُ اللہ گفتہ ام

قرآن مجید بنی نوع انسان کے لئے اللہ کا آخری پیغام ہے۔ یہ کتاب انسانوں کو ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ یہ قرآن مجید کی وہ تعریف ہے جو خود صاحبِ کلام (اللہ تبارکَ وتعالیٰ) نے بھی بیان فرمادی : ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ اور حاملِ قرآن ﷺ نے بھی توضیح فرمادی کہ "اِنّی قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا اِن اعْتَصَمْتُمْ بِهِ لَن تَضِلُّوا اَبَدًا : كِتَابَ اللّٰهِ" چنانچہ کسی بھی شخص کے فہم قرآنی کی عظمت اس میں پوشیدہ ہے کہ وہ وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق اس کتابِ ہدایت سے کیا ضابطۂ حیات اخذ کرتا ہے اور کہاں تک عملی زندگی میں اسے اپنا راہنما پاتا ہے۔ جب ہم اس حوالے سے علامہ اقبال کی فکر کا مطالعہ کرتے ہیں تو اقبال ہمیں ایمان و یقین سے لے کر انفاقِ مال و بذلِ نفس تک وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ایک پیغام بیداری کا نعرہ لگاتا دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ ہم کہہ اٹھتے ہیں کہ اقبال معرفت قرآن کی بلندیوں پر ہے۔ آیئے دیکھیں وہ پیغام بیداری اور ضابطہ حیات کیا ہے!

دعوتِ ایمان اور اقبال

قرآن حکیم کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لایا جائے' مگر یہ ایمان اپنے حقیقی معنوں میں اس وقت ایمان کہلاتا ہے جب یہ ماسوا اللہ کی نفی پر مبنی ہو۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے ﴿فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا﴾ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ نیز کلمہ طیبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" بھی اسی حقیقت کو نمایاں کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک دل کی دنیا کو خالی کر کے اکیلے اللہ کو نہ بسایا جائے تو اس ایمان کے ڈانڈے ﴿وَمَا

یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ﴾ سے مل جاتے ہیں۔ علامہ اقبال اس رمز کو یوں نمایاں کرتے ہیں :

نفیٔ ہستی اِک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
لَا کے دریا میں نہاں موتی ہے اِلَّا اللّٰہ کا

اور
بُتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

اور
صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لَا اِلٰہ میں ہے!

پھر علامہ اقبال مثبت طور پر "لَا اِلٰہَ" سے آگے ایک جست لگانے کی بات کرتے ہوئے ایمان اور یقین خالص کی دعوت کے ساتھ اس کے ثمرات اور "لَا" کے دریا میں ہی گم ہو جانے کے عواقب کا ذکر کرتے ہیں :

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہئے

اور
خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

اور
یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

اور
جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا

اور
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

اور
ملّتِ بیضا تن و جاں لا الٰہ
سازِ ما را پردہ گرداں لا الٰہ

اور لا الٰہ سرمایۂ اسرارِ ما
رشتہ اش شیرازۂ افکارِ ما

اور قوّتِ ایماں حیات افزایدت
وردِ لَا خَوفٌ عَلَیھِمۡ بایدت

اور بندۂ مومن ز آیاتِ خدا ست
اصلش از ہنگامۂ قَالُوا بَلٰی ست

اور خوفِ حق عنوانِ ایمان است و بس
خوفِ غیر از شرک پنہاں است و بس

اور نہادِ زندگی میں ابتدا لَا ، انتہا اِلَّا
پیامِ موت ہے جب لَا ہوا اِلَّا سے بیگانہ!

اسلامی معاشرت اور اقبال

اقبال کے نزدیک اسلام محض ایمان و اعتقاد یا چند رسوم و رواج کا ہی نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں اعتقادات اور رسوم و رواج سے بڑھ کر اجتماعی زندگی پر زور دیا جاتا ہے اور انفرادی اعتقادات و اعمال کو جہاں اسلام کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے وہاں انہیں اجتماعی زندگی کا مرہونِ منّت بھی قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال اسلام کو انفرادیت تک محدود رکھنے کی شدید مذمت کے ساتھ اس کے عواقب بھی بیان کرتے ہیں :

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ، ہوس کی وزیری

اور جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اجتماعی زندگی کے بنیادی مظہر یعنی اسلامی معاشرہ میں اقبال شدت کے ساتھ ہمدردی، مساوات اور بھائی چارے کے آفاقی اصولوں کا پرچار کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے

کہ اگر ان اصولوں کو ملحوظ رکھا جائے تو معاشرے میں انتشار و افتراق کے نشانات ہی مٹ جاتے ہیں :

کُلُّ مُؤمِن اِخْوَۃٌ اندر دلش   حرّیت سرمایۂ آب و رِگلش
ناشکیبِ امتیازات آمدہ   در نہادِ اُو مساوات آمدہ

اسلامی معاشیات اور اقبال

علامہ اقبال اسلامی معاشیات کا اساسی اصول یہ بتاتے ہیں کہ اس کائنات کا خالق و مالک ایک اللہ ہے' اس لئے انسانوں کی ملکیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسان صرف اس کائنات کی مختلف چیزوں کو بطورِ امانت استعمال کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جب انسان اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے تو فتنہ و فساد اس ملکیت کے تناسب سے کہیں زیادہ بھڑک اٹھتا ہے :

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں!

اور
دِہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں' تیری نہیں!
تیرے آباء کی نہیں' تیری نہیں' میری نہیں!

اور
ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست
درحقیقت مالکِ ہر شے خدا ست

اور
رزقِ خود را از زمیں بُردن رواست
ایں متاعِ بندۂ و ملکِ خداست

اور
بندۂ مومن امیں ' حق مالک است
غیرِ حق ہر شے کہ بنی ہالک است

اس اساسی اصول کی وضاحت کے بعد سود جیسی لعنت کے نتائج و عواقب سے ہمیں آگاہ کرتے ہیں' ایسی لعنت جس نے دنیا کی تباہی کا سب سے زیادہ سامان فراہم کیا حتیٰ کہ دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو گئی

"IF YOU HATE SOMEONE LEND HIM MONEY ON INTEREST"

قرآن مجید نے تو اس لعنت ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ' فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ....﴾ کی مہر ثبت کر دی۔ علامہ اقبال کی دور بینی اور بصیرتِ باطنی' جو ان کے فہم قرآنی کی مظہر ہے' ملاحظہ ہو ~

ہیچ خیر از مردکِ زرکش مجو!\
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

اور از ربا آخر چہ می زاید؟ فتن\
کس نداند لذّتِ قرضِ حسن

اور از ربا جاں تیرہ دل چوں خشت و سنگ\
آدمی درّندہ بے دندان و چنگ

اور چیست قرآں؟ خواجہ را پیغامِ مرگ\
دستگیرِ بندۂ بے ساز و برگ

اسلامی سیاسیات اور اقبال

قرآنی تعلیمات کے مطابق دنیا میں یا تو اسلام ہے یا غیر اسلام۔ یعنی اسلام حق و صداقت کا واحد اور کلی نمائندہ ہے اور باقی جتنے بھی جزوی نظامہائے حیات ہیں وہ اپنی اصل کے اعتبار سے باطل یا شر ہیں۔ چنانچہ توحید کے منطقی تقاضے کے طور پر اور "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے اصول کی روشنی میں اس زمین پر اللہ ہی کی حکمرانی ہونی چاہئے : ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ' اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾۔ علامہ اقبال اس حقیقتِ جہاں نما کو اس طرح نمایاں کرتے ہیں :

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے\
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

اور ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست

ترکِ قرآن اور اقبال

علامہ اقبال مسلمانوں کو اس دین حق و صداقت کے غلبہ کی جدوجہد کے لئے ہمیشہ سیرت و کردار کی عظمت و بلندی کا درس دیتے رہے۔ وہ مسلمانوں کی کیفیت زوال و پستی سے سخت کڑھتے اور انہیں بے عملی و بدکرداری ترک کر کے اپنی اصلیت پہچان کر عملی جدّوجہد کرنے کا سبق دیتے :

اپنی اصلیّت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحر بے پایاں بھی ہے

اور شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

اور تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیّارا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَّيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا﴾ اور حامل قرآن ﷺ نے اس کی شرح کر دی تھی کہ "اِنَّ اللّٰهَ يَرفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِين" چنانچہ علامہ اقبال کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت ان کی قرآن سے دُوری کے باعث ہے' جب انہوں نے قرآنی تعلیمات کو چھوڑ دیا تو وہ اپنے مقام کو بھول کر مادیت پسندی کی دلدل میں پھنستے گئے یہاں تک کہ ایمان و یقین اور عشق کی جگہ خرافات نے لے لی

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے' تو نہیں جہاں کے لئے

اور بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اور حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمّت روایات میں کھو گئی

اور اے گرفتارِ رسوم ایمانِ تو
شیوہ ہائے کافری زندانِ تو

اور نفسِ قرآن تا دریں عالم نشست
نفس ہائے کاہن و پاپا شکست

چنانچہ علامہ اقبال پوری شدت کے ساتھ مسلمانوں کو رجوع الی القرآن کی دعوت دیتے رہے۔ انہیں یقین تھا کہ "ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں" کی مثل مسلمانوں کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید سے دوری اختیار کرلی اور بعض فروعی معاملات میں الجھ کررہ گئے ہیں!

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اور خوار از مہجوریٔ قرآں شدی
شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی

اور صاحبِ قرآن و بے ذوقِ طلب!
العجب ، ثُمّ العجب ، ثُمّ العجب!

علامہ اقبال کے نزدیک معاملہ یوں نہیں کہ مسلمانوں نے قرآن کو بالکل ہی ترک کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو محض حصول ثواب کا ذریعہ بنالیا اور اس کی آفاقی تعلیمات سے آگاہی کی کوشش نہیں کرتے۔ چنانچہ جب مسلمان قرآن مجید کے معنی و مفہوم ہی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور خود کو اس کے مطابق بدلنے کی بجائے اسے اپنے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اس کی آفاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکیں۔

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

اور محفلِ ما ' بے مے و بے ساقی است
ساز قرآں را نواہا باقی است

اور بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یاسینِ او آساں بمیری

اور واعظِ دستاں زن و افسانہ بند
معنیٔ اُو پست و حرفِ او بلند

اور از خطیب و دیلمی گفتارِ او
با ضعیف و شاذ و مرسل کارِ او

اور میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائلِ نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

اور خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

اور جب قرآن کے ساتھ مسلمانوں نے یہ رویہ اختیار کیا تو ان کے تمام اعمال کی روح مردہ ہو کر گئی۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے

اور نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

اب علامہ اقبال بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے دوبارہ ترقی و عروج اور غلبہ اسلامی کے حصول کا بھی صرف یہی واحد ذریعہ ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کو بدلنے کی بجائے خود کو قرآن کے مطابق بدلیں اور اس کے لئے قرآن سمجھنے میں پوری بصیرتِ باطنی صرف کر دیں۔ اس لئے کہ اس کے بغیر حقیقی معنوں میں مسلمان ہونا ممکن نہیں' جو کہ غلبہ اسلامی کی شرطِ اول کی حیثیت رکھتا ہے :

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف

اور
اے چو شبنم بر زمیں افتندۂ
در بغل داری کتابِ زندۂ

اور
قلب را زیں حرفِ حق گرداں قوی
با عرب در ساز تا مسلم شوی

اور
ما ہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست
اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست

اور
گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

زوالِ اُمّت اور اقبال کا امید افزا پیغام

خیر و شر اور حق و باطل کی معرکہ آرائی بالفاظ دیگر اسلام و غیر اسلام کی ستیزہ کاریاں ازل سے تا امروز جاری ہیں اور آئندہ بھی یہ معرکہ آرائیاں جاری رہیں گی تا آنکہ الملحمۃ العظمٰی یا آرمیگاڈان (Armageddon) نہیں ہو جاتی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے نزدیک اسلام کا غلبہ یا عالمی اعلاءِ کلمۃ اللہ کا خدائی وعدہ ظہور پذیر ہو گا۔ تاہم ظروف و احوال اس قدر مایوس کن ہونے کے باعث مسلمان رہنماؤں کو قدرے مایوسی کا سامنا رہا۔ مولانا الطاف حسین حالّی انہی میں سے ایک ہیں جن کے ہاں ہمیں اس طرح کے جذبات ملتے ہیں :

اے خاصّۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
وہ دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں

اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ اُمّت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اور

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

ایسی صورتحال میں علامہ اقبال کے ہاں ہمیں کچھ اس طرح کے جذبات ملتے ہیں :

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خونابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار
غلغوں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے؟
تیرے محیط میں کہیں گوہر زندگی نہیں
ڈھونڈ چکا میں موج موج' دیکھ چکا صدف صدف
قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تاکِ گلشن یورپ کی رگ نمناک ہے
سوتے ہیں اس خاک میں خیر الامم کے تاجدار
نظمِ عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار
آہ وہ مردانِ حق! وہ عربی شہسوار
حاملِ خلقِ عظیم' صاحبِ صدق و یقیں

جن کی نگاہوں نے کی تربیتِ شرق و غرب
ظلمتِ یورپ میں تھی جن کی خرد ، راہ بیں

تاہم بزبان ڈاکٹر اسرار احمد صاحب "علامہ اقبال مرحوم نابغہ (Genius) اشخاص میں تھے جن کے بارے میں یہ مسلّم ہے کہ وہ وقت سے پہلے پیدا ہوتے ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ اپنے زمانے سے قدرے بعد کی باتیں کرتے ہیں"۔ علامہ اقبال کی اس ساری مایوسی کے باوجود قرآن مجید کی گہری بصیرت انہیں پُر امید بھی رکھتی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝﴾ اور ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ نیز حامل قرآن ﷺ کی توضیح کہ "لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الارضِ بيتُ مَدَرٍ وَلا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الاسلامِ بعزِّ عزيزٍ اَو ذُلِّ ذَليلٍ" عملاً ظہور پذیر ہوگی اور اسلام کو ایک نہ ایک دن ضرور غلبہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ وہ امید افزا پیغام بھی دیتے ہیں :

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

اور

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

اور تا خدا "اَنْ یُّطْفِئُوا" فرمودہ است
از فسردن ایں چراغ آسودہ است

پس چہ باید کرد!

علامہ اقبال مسلمانوں کے دوبارہ عروج اور اسلام کے غلبے کی امید دلانے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو عملی جدوجہد کرنے کی خاطر اور غلبۂ اسلام کے عظیم مقصد کی تکمیل تک اس کے لئے مسلسل مصروف کار رہنے کے لئے ابھارتے ہوئے کہ ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

انہیں ایک طریقہ کار بھی فراہم کرتے ہیں۔

خوش قسمتی سے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل "علامہ اقبال اور مسلمانوں کا سیاسی نصب العین" میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ علامہ اقبال مسلمانوں کو جس یکجہتی اور یک رنگی سے جدوجہد کرنے کی ترغیب دلاتے تھے اسی طرز پر انہوں نے اپنی آخری عمر میں یعنی ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء تک کے عرصے میں بعض دیگر اصحاب کے ساتھ مل کر ایک جماعت تشکیل دینے کی بھرپور کوشش کی' جو امارت و بیعت کے خالص اسلامی اصولوں پر مبنی ہو۔ اگرچہ ان کی یہ خواہش بوجوہ پوری نہ ہو سکی تاہم اقبال کو پختہ یقین ہے کہ جس طرح ملت اتحاد و اتفاق کے بغیر کچھ نہیں یعنی ؎

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اور ملّت از یک رنگیٔ دلہاستے
روشن از یک جلوہ ایں سیناستے

اسی طرح اس ملت کی تعمیر و ترقی اور غلبہ بھی انہی افراد کی مشترکہ جدوجہد سے ہی ممکن ہے۔ اس لئے کہ ؎

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملّت کے مقدّر کا ستارا

چنانچہ علامہ اقبال مسلمانوں کے لئے غلبہ اسلام کی جدّوجہد کو ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ کے قرآنی اصول کی روشنی میں فرض قرار دیتے ہیں :

زانکہ در تکبیر رازِ بودِ تست
حفظ و نشرِ لا الہ مقصودِ تست

اور تا نہ خیزد بانگِ حق از عالمے
گر مسلمانی نیاسائی دمے

اور پیشِ باطل تیغ و پیشِ حق سپر
امر و نہیٔ اُو عیارِ خیر و شر

اور جماعتی زندگی پر بایں الفاظ زور دیتے ہیں :

فطرتش آزاد و ہم زنجیری است
جزوِ او را قوتِ کل گیری است
در جماعت خود شکن گردد خودی
تا زگلبرگے چمن گردد خودی
محفلِ انجم زجذبِ باہم است
ہستیٔ کوکب زکوکب محکم است

علامہ اقبال مسلمانوں کو مذکورہ اجتماعیت میں منظم ہو کر، خانقاہوں سے نکلتے ہوئے، رسمِ شبیری ادا کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں :

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

اور آپس میں ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی عملی تفسیر بن کر یعنی

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

تعلیمات قرآنی اور توضیحاتِ حامل قرآن ﷺ کے مصداق بن کر' جن کا ذکر ابھی "دعوت ایمان و اقبال" اور "ترکِ قرآن اور اقبال" کے عنوانات کے تحت ہوا' مسلسل تربیت حاصل کرتے رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب یہ تربیت پوری طرح ہو چکے تب ہی یہ جماعت اس قابل ہو گی کہ وہ باطل کو ملیا میٹ کر کے غلبۂ حق کی جدّ و جہد میں کامیابی حاصل کر سکے :

با نشۂ درویشی در ساز و دمادم زن!
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن!!

حرفِ آخر

یہ ہے علامہ اقبال کے فہم قرآنی کی معراج' ان کا پیغام بیداری اور وہ ضابطہ حیات جو ماخوذ ہے قرآن سے' اور جو انہیں عظیم عارفِ قرآن کا مرتبہ بخشتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبال کے فہم قرآنی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے اور انہیں ایسی منطقی ترتیب میں پرونے کے لئے' کہ جس سے اقبال کی مجموعی تعلیمات کی مطابقت بھی اجاگر ہو' ایک طویل مقالہ کی ضرورت ہے۔ البتہ اگر ہم ان کی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ بیان کرنا چاہیں تو میرے خیال میں مذکورہ بالا سعی کو ایک ادنیٰ کوشش کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف فکر و فن کے شہباز کی پرواز اگر چڑیا کا چھوٹا سا بچہ احاطہ فہم میں لانے کی کوشش کرے تو یقیناً یہ بہت بڑی تقصیر ہے جو اسے لاحق ہوئی' پھر بھی لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی!

اھم گزارش

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ادارے کے ساتھ خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں' جو لفافے پر چسپاں ان کے ایڈریس کے ساتھ درج ہوتا ہے۔ اس طرح ان کی فرمائش کی تعمیل یا شکایت کا ازالہ بآسانی ممکن ہو سکے گا۔ (مینیجر مکتبہ)